اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔اسی نفخ روح سے انسان میں فہم،قوت ارادہ،اختیار وتمیز واستنباط پیدا ہوئی، جو دوسری کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔(تفسیر کیلانی)

فائدہ(13) آدم علیہ السلام پر ایک بڑی نعمت یہ تھی کہ اللہ پاک نے ان کی بیوی انہی سے پیدا فرما کر ان کے لئے سکون کا سامان فراہم کیا۔(السعدی) اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی سنت حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوئی اور تا قیامت یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہے۔

کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ حواء' آدم علیہ السلام کی بیوی کیسے ہوسکتی ہے' جبکہ وہ ان کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے؟ **جواب** یہ ہے کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے جو چاہے حکم کریں۔جس طرح آدم علیہ السلام کی اولاد میں جڑواں بہن بھائی کے علاوہ آپس میں شادی کو جائز کیا، اسی طرح آدم علیہ السلام کی بیوی اس کی پسلی سے پیدا فرمائی۔(ابن العثیمین) اُس وقت کی مناسبت کے مطابق یہ ایک شرعی حکم تھا' جسے بعد میں منسوخ کیا گیا۔ ﴿**فللہ الحجۃ البالغۃ**﴾[الانعام ۱۴۹] ﴿**یفعل مایشاء**﴾[الحج ۱۸] ﴿**فعال لما یرید**﴾[هود ۱۰۷، البروج ۱۶]

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حواء کو جنت میں بسا کر ان کی بڑی تکریم کی۔ مولانا محمد حنیف رقمطراز ہیں:''قرآن حکیم ''انسان''کو''خلافت''اور''علم'' سے مزین کرنے کے بعد پہلے انسان کے لئے جو جگہ تجویز فرماتا ہے وہ ''جنت'' ہے۔یعنی رضائے الٰہی کا آخری مظہر۔یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ''**انسان**'' کی اصلی جگہ ''**جنت**'' ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے پیدا کیا کہ وہ بارگاہ رحمت میں عیش وخلود کی زندگی بسر کرے۔ارشادِ الٰہی ہے: ﴿**وقلنا یآدم اسکن أنت وزوجک الجنۃ**﴾ اور ﴿**ولا تقربا ھذہ الشجرۃ**﴾ کی قید لگادی، تاکہ آدم علیہ السلام کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ بعض افعال کے ارتکاب سے ناراض ہو جاتا ہے، اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔یہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے:''**حُفَّت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشھوات**''[مسلم الجنۃ باب:۱ عن أنس] کہ آدمی ابتلاء وآزمائش میں پورا اترنے کے بعد ہی جنت میں جا سکتا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کا جو اعلیٰ مرتبہ قرآن نے بیان کیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے: ''پہلا انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے، اشیاء وحقائق کا عالم ہے، مکین جنت فردوس ہے، ساری کائنات کا مرکزِ مقصود اور فرشتوں کا مسجود ہے۔''

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

درس حدیث (قسط: 3 آخری)

الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

عبدالوہاب خان

عن أبی سلام عن أبی مالک الأشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: " **الطهورُ شطرُ الإيمان، والحمدُ لله تملأُ الميزانَ وسبحان الله والحمد لله تملآنِ ما بين السمآء والأرضِ والصلاةُ نورٌ والصدقةُ برهانٌ والصبرُ ضياءٌ والقرآنُ حجةٌ لک أو عليک، کل الناس يغدو فبائعٌ نفسَه فمعتقُها أومُوبِقُها** "

تخریج: [**صحیح مسلم** کتاب الطهارة ح: ١ المنهاج ٩٩/٣، **جامع الترمذی** الدعوات باب ٨٦ ح: ٣٥١٦ وصححه، **سنن النسائی** الزکاة باب وجوب الزکاة ٥/٥-٨ نحوه، **سنن الدارمی** طهارة باب ٢ ما جاء فی الطهور ١٧٤/١ نحوه، **مسند أحمد** ٤/٢٦٠، ٥/٣٤٢-٣٤٤، ٣٦٢، ٣٧٠، ٣٧٢]

ترجمہ: "پاکیزگی نصف ایمان ہے۔"الحمد للہ" میزان اعمال کو بھرتا ہے۔ "سبحان اللہ" اور "الحمد للہ" آسمان اور زمین کی درمیانی فضا کو پر کرتا ہے۔ نماز (قیامت کا) نور ہے۔ صدقہ (ایمان کی) ٹھوس دلیل ہے۔ صبر روشنی ہے۔ اور قرآن مجید (تیری اصلاح کا ذریعہ بنے تو) تیرے حق میں قطعی حجت ہے یا (بصورت دیگر) تیرے خلاف۔ ہر شخص صبح (اپنے دن کا آغاز) کرتا ہے، وہ اپنے نفس کا سودا کرنے والا ہوتا ہے، پس کوئی اسے (دوزخ سے) آزاد کرنے والا ہوتا ہے، تو کوئی ہلاکت میں ڈالنے والا۔"

راوی: "ابو مالک الاشعری" اس کنیت اور نسبت کے تین صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں: الحارث بن الحارث رضی اللہ عنہ، کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ [تقریب: ٥٦٤١ (س ق)] اور ابو مالک رضی اللہ عنہ (متوفی طاعون عمواس ١٨ھ) [تقریب: ٨٣٣٦ (خت د س ق)] ابو نعیمؒ نے اس حدیث کا راوی کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ ابن حجرؒ نے الحارث رضی اللہ عنہ کو ہی درست قرار دیا ہے، کیونکہ طبرانیؒ کی روایت میں اس کا نام بھی آیا ہے۔

أبو مالک الحارث بن الحارث الأشعری الشامی رضی اللہ عنہ متأخر الوفات صحابی ہے۔ نام میں سات اقوال ہیں۔ ابن حجرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ان کی روایت صحیح مسلم، ترمذی اور نسائی میں ہے۔ [تقریب: ١٠١٤، تهذیب: ٢٣٢، ١٠٠٢]

ابو مالک رضی اللہ عنہ کا شاگرد ابو سلامؒ تابعی ہے۔ نام: ممطورؒ، لقب: الاسود اور نسبت: حبشی و دمشقی ہے۔ العجلیؒ اور دارقطنیؒ: ثقہ۔ ابن ماکولاؒ: ممطورؒ ملک حبشہ کا نہیں بلکہ حمیر قبیلے کی ایک شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ دارقطنیؒ: ابو سلامؒ اور ابو مالک رضی اللہ عنہ کے مابین عبد الرحمٰن بن غنمؒ [تقریب: ٦٨٧٩، تهذیب: ٥١٤ (بخ م ٤)] کا واسطہ ہے۔ لیکن امام مسلمؒ کی سند سے اس بات کی تردید ہوتی ہے۔

تمہید : رسول اللہ ﷺ نے ''صفائی و پاکیزگی'' کو **ایمان کا آدھا حصہ** گردان کر اس کی اہمیت کو خوب اجاگر فرمایا ہے۔
ان شاء اللہ اس درس میں حدیث کے پہلے فقرے سے متعلق جاری بحث کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اسلام دین فطرت ہے، اس میں انسان کی ولادت سے لے کر رحلت تک ہر ہر مرحلے میں مکمل، کارآمد اور مفید رہنمائی ہے۔ احکم الحاکمین خوب جانتا ہے کہ اس کے مکلّف بندوں کو زندگی کے متعدد مراحل میں مشکلات اور اضطراری حالات کا سامنا بھی ہوگا۔ اس لیے بعض ناگزیر صورتوں میں حکمت الٰہی اور مصلحت شرعی کے تحت کچھ رعایتیں بھی دی گئی ہیں۔

باب :مختلف نجاستوں میں شرعی حکم

اللہ پاک کا فرمان ہے: (۱) ﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾ [التغابن ١٦] ''پس تم اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرتے رہو'' (۲) ﴿ماجعل عليكم في الدين من حرج﴾ [الحج ٧٨] ''اس نے تمہارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔'' نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے: (۱) ''إن هذا الدين يسر......'' [بخاري الإيمان باب: ٢٩ ح: ٣٩ عن أبي هر ﷺ ١١٦١] ''بے شک یہ دین آسان ہے۔'' (۲) ''بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا......'' [بخاري، العلم باب ١١ ح: ٦٩ عن أنس ﷺ ١٠٦٦١، مسلم الجهاد ح:٥ عن أبي موسى ﷺ ١٢٠٤] ''تم بندگان الٰہی کو خوش خبری سنایا کرو، نفرت نہ دلایا کرو اور آسانیاں پیش کیا کرو، مشکلات مت جتایا کرو۔''

ان عام دلائل کی روشنی میں ہر فقیہ نے جس جس مقدار کو ''رفع حرج'' اور دین اسلام کی عمومی سہولت کے تقاضے کے مطابق محسوس کیا اس مقدار کو ''معاف'' قرار دیا۔ احناف نے بہت زیادہ رعایت دی ہے، شافعیوں نے نہایت کم، مالکیہ وحنابلہ نے میانہ روی اپنائی ہے۔ بہر حال قابل قبول صرف وہی قول ہے، جس کے ساتھ دلیل شرعی کی روشنی موجود ہو۔

فصل اول: اندرونی بدن کی پاکیزگی

﴿يأيها الذين امنوا كلوا من طيبات ما رزقنكم﴾ [البقرة /١٧٢] ''ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔'' ﴿......ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث﴾ [الأعراف/١٥٧] ''(رسول ﷺ) تمہارے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث (پلید) چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔''

مسلمان پر لازم ہے کہ حرام خوری سے مکمل اجتناب کرے۔ اسی طرح نجس چیز کھا پی کر اپنے پیٹ کو ہرگز نجاست سے آلودہ نہ ہونے دے۔ اگر غلطی سے کوئی نجس چیز نگل لے تو الٹی کرنا ضروری ہے۔ اگر الٹی نہ ہو سکے تو جب تک یہ نجاست پیٹ میں موجود ہونے کا گمان باقی ہو، اس وقت تک کی نمازیں بعد میں دہرائے۔ [الشرح الكبير للشيخ الدردير ١/ ٦٨]

آداب طعام میں بھی سنت نبوی کی پابندی کرنا چاہیے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں خلافِ سنت کھڑے ہو کر پینے پر بھی الٹی کرنے

کی تلقین ہے۔"لا یشربن أحد منکم قائما،فمن نسی فلیستقئ"[مسلم أشربة ح:١١٦ عن أبی هر ﷺ١٣/١٩٧]

پاک غذا کا شرعی حکم بھی بدن میں پہنچ کر بدل جاتا ہے۔ایسی حالت میں اندرونی نجاست معاف ہے، جب تک وہ باہر نہ نکل پڑے۔جسم کے بیرونی حصے کو پاک کرنا شریعت کا تقاضا ہے۔البتہ بعض اعضاء کے **اندرونی** یا **بیرونی** شمار ہونے میں اختلاف ہے:

(۱) احنافؒ: حدثِ اصغر (وضو) میں منہ اور ناک اندرونی اعضاء شمار ہوں گے اور حدث اکبر (غسل) میں یہ دونوں بیرونی اعضاء کا حکم رکھتے ہیں۔[شرح الوقاية] لہٰذا منہ اور ناک میں نجاست پڑ جائے تو انہیں دھونا واجب ہوگا۔

(۲) مالکیہؒ وحنابلہؒ: ناک، منہ، کان اور آنکھ میں کوئی نجاست لگ جائے تو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے۔اگرچہ ان کا شمار طہارت شرعی (وضو، غسل دونوں) میں اندرونی اعضاء میں ہوتا ہے، لیکن طہارت حسی میں بیرونی اعضاء شمار ہوں گے۔ہاں اگر آنکھ کو پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے دھونا واجب نہیں۔

فصل ثانی : ظاہری بدن کی پاکیزگی

مبحث{1}: بول و براز

"**مر رسول الله ﷺ علی قبرین فقال:"أما إنهما لیعذبان ......لا یستتر من بوله**"[بخاری الوضوء ح:٢١٦، مسلم طهارة ح:١١١] یعنی دنیا میں پیشاب سے جسم ولباس کو پاک رکھنے میں کوتاہی پر قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

{1} احنافؒ: نجاست مغلظہ کی ایک درہم سے کم مقدار اور مائع نجاست میں سے ہتھیلی کے اندرونی حصے کے برابر معاف ہے۔ ڈاکٹر زحیلیؒ: پھر بھی ان کے نزدیک اتنی نجاست کے ساتھ نماز کا حکم کراہت تحریمی ہے۔[الفقه الإسلامي وأدلته ١/٣٢٢]

بستر، چٹائی، لباس اور بدن دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتے۔کپڑے جیسی چیزوں کو دھوتے ہوئے نچوڑنا بھی ضروری ہے۔دیگر چیزوں میں نجاست کا اثر دور ہونے تک دھونا فرض ہے اور نظر نہ آنے والی نجاست میں پاکیزگی کا غالب گمان ہونے تک۔وسوسہ والوں کی تسلی کے لیے تین دفعہ دھونا مقرر کیا گیا ہے۔[الفقه ١/٢٤٦، ٣٣٥]

{2} مالکیہؒ: پیشاب، پاخانہ اور خون میں سے صرف اسی قدر معاف ہے جو مکھی یا مچھر وغیرہ کے ذریعے انسان کے بدن یا لباس کو لگے۔کیونکہ اس سے اجتناب مشکل ہوتا ہے۔

[۱] البتہ انہوں نے بھنگی کے لیے اس کے پیشے کی مناسبت سے رعایت دی ہے کہ نجاست سے پورا پورا احتیاط کرنے کے باوجود کپڑے پر تھوڑی سی گندگی لگ جائے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

[۲] بچے کی دائی خواہ والدہ ہو، رضاعی ماں ہو یا خادمہ اس کے لیے زیر پرورش بچے کے پیشاب و پاخانے سے مکمل احتیاط کرنے کے باوجود تھوڑی سی مقدار لگ جائے تو معاف شمار کیا ہے۔لیکن کوتاہی کرنے والی کے لیے یہ رعایت نہیں ہے۔

ماں اور دائی کے لیے مستحب ہے کہ نماز کے وقت پہننے کے لیے الگ پاک کپڑا مخصوص رکھا جائے۔

[۳] مردوں کے لیے شرعی آداب کے مطابق پتھر یا پتوں سے استنجا کرنے کے بعد باقی ماندہ اثر کو بھی معاف شمار کیا ہے۔ بشرطیکہ نجاست محل استنجا سے باہر پھیل نہ جائے اور شرمگاہ پر نجاست سوکھ نہ جائے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ استنجا کرنے کی چیز ٹھوس اور نجاست کو زائل کرنے والی ہو (مثلاً پتھر، ٹشو، گتہ وغیرہ) مٹی اور ریت وغیرہ سے استنجا درست نہیں۔ بصورت دیگر پانی سے استنجا ہی فرض ہے۔ نیز خواتین کے لیے پیشاب کے بعد پانی سے استنجا لازمی ہے۔ [الفقہ ۱/۳۲۵، روضة الطالبين فرع ۱/۲۲]

{3} شافعیہؒ: بول و براز میں سے صرف اسی قدر معاف ہے جسے درمیانی بصارت والی آنکھ سے دیکھا نہ جا سکے، مثلاً پیشاب کی چھینٹ یا مکھی وغیرہ کے ذریعے لگنے والی نجاست۔ اسی طرح شرعی طریقے کے مطابق استنجا کرنے کے بعد باقی ماندہ معمولی اثر بھی اسی شخص کے لیے معاف ہے، اگرچہ اسے پسینہ آ جائے۔ البتہ یہی اثر کسی دوسرے شخص کو لگ جائے تو دھونا ضروری ہے۔

{4} حنابلہؒ: بول و براز میں سے ذرہ بھر بھی معاف نہیں۔ البتہ پوری شرعی تعداد اور مکمل صفائی سے پتھر کے ساتھ استنجا کرنے کے بعد باقی ماندہ اثر معاف ہے۔ [کشاف القناع ۲/۲۹]

{5} اہل ظاہرؒ: انسانی بساط کی حد تک نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنا فرض ہے اور اس میں کوئی رعایت نہیں۔ [المحلیٰ شرح المجلیٰ ۱/۱۴۰ ط: إحياء التراث العربي بيروت]

{6} ابن تیمیہؒ: بدن، لباس یا فرش کے کسی حصے پر نجاست لگنے کا پتہ ہو لیکن وہ جگہ معلوم نہ ہو سکے تو اس حد تک دھونا چاہیے کہ نجاست کے دُھل جانے کا یقین ہو۔ [فتاویٰ: ۲۱/۵۸۲] اگر میدان یا گھر میں کسی جگہ نجاست ہونے کا علم ہو لیکن (سوکھ کر گندگی کا اثر ناپید ہونے کی وجہ سے) وہ نجس جگہ متعین نہ ہو سکے تو اس میدان یا گھر میں کہیں بھی نماز پڑھنا درست ہے۔ [فتاویٰ ۲۱/۷۸]

{7} معاصر فقہاءؒ: بول و براز وغیرہ شرم گاہوں سے نکلنے والی کسی بھی نجاست میں کوئی رعایت نہیں۔ [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث الإسلامية ۵/۳۶۳]

مبحث {2}: حیض کا خون

رسول اللہ ﷺ نے کپڑے سے حیض کے خون کو دھونے کا طریقہ یوں بیان فرمایا: "**فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه**" [بخاری، کتاب الحيض باب ۹ غسل دم الحيض ح:۳۰۷ عن أسماءؓ ۱/۴۸۸] "اسے کھرچ لے، پھر پانی سے دھو لے، پھر اسے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے۔" ایک روایت میں ہے: "**ثم انضحي في سائر ثوبكِ**" [سنن الدارمي، الطهارة، باب ۸۳، ح: ۷۷۲ ۱/۲۱۸] "پھر بقیہ پورے کپڑے پر پانی ڈالو۔" (یعنی اکاسا دھولو)

امہات المؤمنینؓ (اسی حکم کے تحت) دھونے کے بعد "**تنضح على سائره ثم تصلى فيه**" [بخاری، الحيض باب ۹، ح: ۳۰۸

عن عائشةؓ ۱/۴۸۹] ''باقی سارے کپڑے کو ہلکا سا دھو کر اس میں **نماز پڑھ لیتی تھیں۔''**

ابن حجرؒ: '' ثم تصلي فيه'' میں ناپاک کپڑے میں نماز کی ممانعت کا اشارہ ہے۔ خشک نجاست کو رگڑنا مستحب ہے، تاکہ دھونے میں آسانی ہو۔ باقی پورے کپڑے کو دھونے کا مقصد وسوسہ دور کرنا ہے۔ [فتح الباري ۱/۴۸۹]

مطلب: کیا حیض کا خون پانی سے دھوئے بغیر پاک ہوسکتا ہے یا اس کی تھوڑی سی مقدار معاف ہے؟

ایک روایت میں ہے:''**ما كان لإحدانا إلا ثوب واحد تحيض فيه، فإذا أصابه شيء من دم قالت بريقها فقصعته بريقها**'' [بخاری، حیض، باب ۱۱ هل تصلي المرأة في ثوب حاصت فيه ح:۳۱۲ عن عائشةؓ ۱/۴۹۱]

''امہات المؤمنینؓ کے پاس (...) حیض کے دوران پہننے کا ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، جب اس پر'' تھوڑا سا'' خون لگ جاتا تو اس پر لعاب لگا کر مل دیتی تھیں۔'' اس مسئلے میں علمائے دین کے مختلف نظریات ہیں:

{1} ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، داؤد ظاہریؒ: بدن اور لباس سے نجاست کو کسی بھی مائع سے دھو کر نچوڑ لینے سے پاکیزگی حاصل ہوسکتی ہے، جیسے سرکہ اور عرق گلاب۔ لیکن تیل اور سوپ جیسی (چکناہٹ والی) چیز سے نہیں دھوئی جاسکتی۔ ان کے حق میں مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔[المجموع ۱/۹۵] نیز احنافؒ کے ہاں ٹھوس نجاست میں سے ایک درہم کی مقدار اور مائع میں سے ہتھیلی کے برابر معاف ہے۔ اسی حدیث سے اس مسئلے میں بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

{2} مالکیہؒ: نماز پڑھنے اور مسجد میں داخلے سے متعلق نجاست کی صرف اتنی مقدار معاف ہے جس سے بچنا نہایت دشوار ہو۔ یہ قول شافعیہؒ اور حنابلہؒ کے قریب تر ہے۔

{3} شافعیہؒ: عام آنکھ سے نظر آنے والی ہر نجاست کا دھونا فرض ہے، اس سے کم ہو تو معاف ہے۔

{4} حنابلہؒ: پیشاب، پاخانے کی طرح حیض، نفاس بلکہ استحاضے میں سے بھی کچھ معاف نہیں۔

{5} ظاہریہؒ: حیض، نفاس اور استحاضہ سمیت کوئی بھی خون حرام ہے، اس سے طہارت حاصل کرنا فرض ہے اور اس کی پاکیزگی صرف پانی سے دھونا ہے۔ حذیفہؓ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' **فضلنا على الناس بثلاث ...... وجعلت لنا الأرض مسجدا وجعلت تربتها لنا طهورا إذا لم نجد الماء.**'' [المحلی ۱/۱۴۷] یعنی تیمّم کی اجازت پانی کی عدم دستیابی سے مشروط ہے۔ اسی طرح پانی کی موجودگی میں کسی اور چیز سے نجاست بھی دھوئی نہیں جاسکتی۔

اس باب میں قولِ اول سے اختلاف کرنے والے علماء نے مذکورہ بالا روایت کے کئی جواب دیے ہیں:

پہلا جواب: اس حدیث میں یہ بیان نہیں ہے:'' پھر اس میں نماز ادا کی۔'' پس اس میں ان لوگوں کے لیے کوئی دلیل نہیں جو پانی کے بغیر ازالہ نجاست کو جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ لعاب سے صرف خون کا نشان زائل کیا ہے، اسے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

دیکھیے اس سے پہلی حدیث[بخاری ح:۳۰۸] میں انہوںؓ نے رگڑنے کے ساتھ ''دھونے'' کی وضاحت کرنے کے بعد اس میں ''نماز ادا کرنے'' کا بیان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کپڑے میں نماز پڑھنا ہوتا' اسے ضرور دھولیا کرتی تھیں۔[فتح الباری ۱/۴۹۲]

دوسرا جواب: صرف ایک قطرۂ خون معاف ہے' دھوئے بغیر بھی نماز درست ہوتی ہے۔ آپؓ نے اسے لعاب کے ذریعے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا، صرف اس کی ظاہری شکل کو مٹایا ہے۔ پس وہ جگہ بدستور نجس رہے گی، لیکن قلت کی وجہ سے معاف ہوگی۔ مرعی الکرمیؒ: خون کی تھوڑی سی مقدار معاف ہے، کیونکہ لعابِ دہن اسے پاک نہیں کرسکتا اور ایسا کرنے سے ناخن بھی نجس ہو جاتا ہے۔[منار السبیل] البانیؒ نے بھی اسے ''واضح'' قرار دیا ہے۔[إرواء الغلیل ۱/۱۹۸]

تیسرا جواب: یہ روایت موقوف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں بن سکتی۔[المجموع ۱/۹۷، المحلی ۱/۱٤۹]

چوتھا جواب: غالباً آپؓ نے اس طرح خون کا اثر مٹایا ہے، بعد میں اسے دھولیا ہے۔[نیل الأوطار]

راقم الحروف کی نظر میں پہلا جواب درست ہے۔ معاذہؒ کے سوال پر ام المؤمنینؓ نے حیض کا خون دھونے کا طریقہ بیان کرنے کے بعد کہا: ''**ولقد كنت أحيض عند رسول الله ﷺ ثلاث حيض جميعا لا أغسل لي ثوباً**'' [أبو داؤد الطهارة، باب ۱۳۲ المرأة تغسل ثوبها ...... ح:۳۵۷ ۱/۲۵۳] ''دورِ نبوی میں ہمیں تین تین دفعہ حیض کے **ایام گزرنے تک کپڑا** دھونے کی نوبت نہیں آتی تھی۔'' یعنی آپؓ اسے کپڑے کو خون سے بچائے رکھنے کی احتیاطی تدبیر کی ترغیب دے رہی ہیں۔ نیز اسی زیر بحث روایت میں حیض کے لیے صرف ایک کپڑا (مخصوص) ہونے کی وضاحت بھی ہے۔[بخاری ح:۳۱۲، أبو داؤد ح:۳۵۸] پھر ایک حدیث میں اس ''تھوڑے مقدار'' کی وضاحت آئی ہے: ''**ثم ترى فيه قطرةً من دم فتصعقه** ......'' [أبو داؤد طهارة ح:۳٦٤ عنہاؓ] ''پھر اس میں خون کا صرف ایک قطرہ دیکھتی......''

ان احادیث سے واضح ہوا کہ جس کپڑے کو ''**پانی سے دھونے**'' کے بجائے ''**غیر شرعی طریقے**'' پر صاف کرنے کی کوشش کا ذکر ہے' وہ صرف خاص نسوانی ایام میں پہننے کے کپڑے پر صرف ایک قطرہ خون لگنے کی صورت میں کبھی روا رکھتی تھیں۔

دریں صورت اس کپڑے میں نماز ادا کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ وہی کپڑا ہے جسے تین تین حیض گزرنے تک دھونے کی ضرورت محسوس نہ کرتی تھیں۔ یعنی دورانِ حیض روئی وغیرہ استعمال کر کے اس کپڑے کو خون لگنے سے بچاتیں، پھر پاک ہو کر غسل کرنے کے بعد دوسرا پاک صاف لباس زیب تن کرتی تھیں اور اس مخصوص کپڑے کو اگلی بار استعمال کے لیے سنبھال رکھتی تھیں۔ واللہ أعلم

اگر اسی زیر بحث روایت سے عام استعمال کا کپڑا ہی مراد لیا جائے تو اسے تین تین ماہ تک دھوئے بغیر پہنے رکھنا لازم آئے گا۔ حالانکہ ام المؤمنینؓ کے بارے میں ایسا تصور اہل ایمان کے لیے بہت مشکل ہے۔ ہاں اس روایت سے ام المؤمنینؓ کے دشمنوں کو بہت خوشی ہوگی۔

مبحث{3}: استحاضہ

رسول اللہ ﷺ نے استحاضہ والی عورت کوتلقین کی:" **فإذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم وصلي**" [بخاری، حیض، باب ۸ ح:۳۰۶ فی قصة فاطمةؓ بنت أبی حبیش ۱/۴۸۷، وباب ۲۸، ح:۳۳۱، ۱/۵۱۰، مسلم، حیض، ح:۴۲ ۱۶/۴] "جب حیض کی مدت گزر جائے تو استحاضہ کے خون کو دھو کر نماز پڑھ لو۔" دوسری روایت میں ہے:" **ثم اغتسلي وتوضئي لكل صلاة وإن قطر الدم على الحصير**" [ابن ماجه، الطهارة، باب فی المستحاضة التی ح:۶۲۲ عن عائشةؓ ۱/۲۰۴، مصنف ابن أبی شیبة ۱/۱۵۰ وضعفه الألبانی] "پھر غسل کر اور ہر نماز کے لیے الگ وضو کیا کر، اگرچہ خون بوریے پر ٹپکے۔"

رسول اللہ ﷺ نے استحاضہ والی کو حکم دیا:" **دعي قدر تلك الأيام والليالي التي كنت تحيضين فيها ثم اغتسلي واستثفري وصلي**" [نسائی کتاب الحیض باب المرأة یکون لها أیاما معلومة ...... عن أم سلمةؓ ۱/۱۸۲] "جتنے دن اور راتیں تجھے حیض آتا تھا، اتنی مدت نماز چھوڑ دو، پھر غسل کرو اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھو۔"

سیوطیؒ: **استثفری** کے معنی یہ ہیں کہ شرمگاہ میں روئی ٹھونسنے کے بعد چوڑا سا کپڑا لپیٹ لے اور اس کے دونوں کناروں کو باندھ لے تاکہ خون کا بہنا رک جائے۔ [زهر الربیٰ علی المجتبیٰ ۱/۱۸۲] دوسری روایت میں ہے:" **احتشي كرسفاً**" قالت له: **إنه أشد من ذلك، إني أثج ثجاً. قال ﷺ:" تلجمي**......" [ابن ماجه، الطهارة، باب ۱۱۷ فی البکر إذا ابتدئت مستحاضة ...... ح: ۶۲۷ ۱/۲۰۵] "فرمایا:" **کپاس بھر دو**" اس نے عرض کیا: یہ اس طرح تھمنے والا نہیں، میرا خون خوب بہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" **لنگوٹ کس لو**......"

مبحث{4}: سلس الاحداث

{1} مالکیہؒ: بیماری کی وجہ سے بے اختیار نکلتے رہنے والا پیشاب، مذی، منی یا پاخانہ مشقت و مجبوری کی بنا پر معاف ہے۔ بشرطیکہ یہ خروج بلا ناغہ ہو، اسی طرح بواسیر کی تری جو جسم یا لباس کو لگتی رہے' معاف ہے۔ لیکن ہاتھ یا آستین کو لگے تو دھونا واجب ہے۔ ہاں غیر اختیاری طور پر ہاتھ بار بار لگتا رہے تو معاف ہوگا۔

{2} شافعیہؒ: بیماری کی وجہ سے جاری رہنے والا پیشاب اور استحاضہ کا خون معاف ہے۔

{3} حنابلہؒ: نیز تھوڑا سا سلس البول اور استحاضہ کا تھوڑا سا خون بھی معاف ہے، بشرطیکہ امکانی حد تک احتیاط برتی جائے [الفقه ۱/۳۲۸، الانصاف ۲/۲۰]

{4} ظاہریہؒ: سلس البول والے پر لازم ہے کہ حسب استطاعت و بلا مشقت نجاست زدہ جگہوں کو دھونے کے بعد ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے' خواہ فرض ہو یا نفل۔ نیز وقت نماز کے بالکل قریب وضو کرے۔ [فتاوی الازهر، سلس البول عذر]

{5} ابن العمادؒ: کپڑے، پٹی وغیرہ پر لگا ہوا پیشاب' سلس البول کے مریض کے لیے اگلی ایک نماز کی خاطر معاف ہے۔ لیکن دوسری نماز کے لیے ممکنہ حد تک نجاست کو دھونا یا سکھا کر پٹی تبدیل کرنا واجب ہے۔ اسی طرح استحاضہ والی کو بھی ضروری ہے کہ روئی، لنگوٹ وغیرہ کے ذریعے خون سے جسم اور لباس کو بچائے، اگر روئی وغیرہ بھرنے میں تکلیف ہو تو لگنے والا خون معاف ہے، اگر چہ زیادہ مقدار میں ہو۔[فتاوی الفقهية الكبرىٰ باب شروط الصلاة]

{6} معاصر فقہاءؒ: پیشاب کے بعد قطرے نکلتے ہوں تو ہر بار اسے دھو کر استنجا کرنا واجب ہے۔[اللجنة ٥/٣٨٦]

مبحث{5}: عام جسمانی خون

{1} احنافؒ: جس قدر جسم سے خون کا نکلنا ناقض وضو نہیں' (اتنا کم جو جلد پر نہ بہ سکے) وہ معاف ہے۔

ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ: اگر خون آلود کپڑے کے سوا ستر ڈھانپنے کی کوئی چیز نہ ملے اور اسے صاف کرنا ممکن نہ ہو تو اختیار ہے کہ وہی کپڑا پہن کر نماز پڑھے یا کپڑے اتار کر پڑھے۔

{2} مالکیہؒ: علاج اور مرہم پٹی کرنے والے ڈاکٹر اور معالج کے لیے تھوڑا سا خون معاف ہے، اور ان کے لیے مستحب ہے کہ نماز کے لیے الگ پاک کپڑے کا انتظام رکھیں۔

اسی طرح سینگی لگانے کے بعد خون کی جگہ دھونے کے بجائے پونچھ لیا جائے تو زخم کے ٹھیک ہونے تک معاف ہے۔

{3} شافعیہؒ: انتہائی قلیل مقدار میں خون جو آنکھ سے نظر نہ آئے' معاف ہے، اگر چہ کسی اور انسان یا حیوان کا خون بھی اپنے خون سے مل جائے۔ البتہ کتے اور سؤر کے خون یا کسی اور رطوبت میں بالکل معافی نہیں۔

{4} حنابلہؒ، معاصر فقہاءؒ: انسان، حلال جانور یا حرام لیکن پاک جانور (مثلاً بلی) کے جسمانی زخم سے نکلنے والا تھوڑا سا خون' انسانی بدن، لباس یا نماز کی جگہ پر معاف ہے۔ کھانے پینے میں کوئی معافی نہیں۔ اسی طرح کسی انسان یا حیوان کی شرمگاہ سے نکلے ہوئے خون میں بالکل معافی نہیں۔[اللجنة ٥/٣٦٣]

مبحث{6}: الٹی (قے) اور متلی

"إن رسول الله ﷺ قاء فتوضأ" ثوبان ؓ:" صدق، أنا صببت له وَضوءَه" [ترمذی طهارة باب ٦٤ ح:٨٧ وقال: أصح شئ في الباب ، ألباني: صحيح] ابوالدرداء ؓ کی حدیث ''بیشک رسول اللہ ﷺ نے الٹی کی پھر وضو کیا'' کے بارے میں خادم نبوی ثوبان ؓ سے پوچھا گیا تو کہا: ''درست ہے، میں نے خود آپ ﷺ پر وضو کا پانی ڈالا تھا''

"العائد في هبته كالعائد في قيئه" [بخاری هبة باب ٣٠ ح: **٢٦٢١** عن ابن عباس ؓ ٥/٢٧٧] ''ہبہ کر کے واپس لوٹانے والا الٹی کر کے دوبارہ چاٹنے والے کی طرح ہے۔'' قتادہؒ: ''ہم الٹی کو حرام ہی سمجھتے ہیں۔'' [أبوداؤد بيوع باب **٨١** ٣/٨٠٨]

{1} مالکیہؒ: الصدید (خون آلود پیپ) اور قیح (پیپ) میں درہم بغلی (خچر کے گھٹنے پر موجود داغ) کی مقدار معاف ہے۔ خواہ یہ پیپ انسان کا اپنا ہو یا دوسرے سے لگا ہو۔ حتی کہ کتے یا خنزیر کا پیپ بھی اسی مقدار میں معاف ہے۔

{2} شافعیہؒ: دونوں قسم کی پیپ کے علاوہ زخموں سے رسنے والا پانی بھی معاف ہے، اگرچہ بدبودار ہو۔

{3} حنابلہؒ: انسان، حلال جانور یا بلی کی تھوڑی سی پیپ اور زخموں سے رسنے والا مواد بدن، لباس اور جگہ پر معاف ہے۔ لیکن بول و براز اور بیٹ کی قسم میں کوئی معافی نہیں۔

مبحث {7}: سوتے ہوئے منہ سے بہنے والی رطوبت

''**تجشأ رجل عند النبی ﷺ فقال: ''کف عنا جشاءک، فإن أکثرھم شبعا فی الدنیا أطولھم جوعا یوم القیامۃ**''[ترمذی القیامۃ باب ۳۷ عن ابن عمرؓ وقال: غریب، حسنہ الألبانی، **ابن ماجہ** اطعمۃ ۲/۱۱۱۱] ''ایک شخص نے نبی ﷺ کی مجلس میں ڈکار مارا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے ہاں ڈکار مارنے سے باز رہو، بیشک جو دنیا میں سب سے زیادہ سیر ہو کر کھایا کرتا ہو' اسے روز آخرت سب سے زیادہ بھوک لگے گی۔''

{1} مالکیہؒ، شافعیہؒ: معدے سے نکلنے والا پانی زرد ہو اور کسی بیماری کی وجہ سے نکلتا رہتا ہو تو مجبوری کی وجہ سے معاف ہے۔ لیکن کبھی کبھار نکلے تو (عدم مشقت کی وجہ سے) نجس ہی شمار ہوگا۔

{2} حنابلہؒ: منہ سے بہنے والی رال، معدے سے اٹھنے والا بخار اور بلغم بھی پاک ہے۔ اگرچہ زرد ہو، خواہ سر سے اترے یا معدے یا سینے سے نکلے۔

مبحث {8}: زخم، پھوڑے، پھنسی اور ناسور کی رطوبت

{1} مالکیہؒ: ایسی رطوبتیں معاف ہیں، اگرچہ خود بخود بہ نکلیں یا نچوڑنے پر نکل جائیں۔ اگر ایک ہی پھوڑا ہو اور اُسے بلاضرورت نچوڑ دیا جائے تو اس کی رطوبت میں سے صرف ایک درہم کی مقدار معاف ہے، زائد ہو تو دھونا پڑے گا۔

{2} شافعیہؒ: یہ رطوبتیں اس صورت میں معاف ہیں جب خود بخود بہ کر بدن یا لباس کو لگیں۔ اگر اسے نچوڑا جائے یا اس سے آلودہ کپڑا اٹھا رکھا ہو یا ایسا کپڑا بچھایا جائے' تو اس میں سے صرف تھوڑی سی مقدار معاف ہے۔

مالکیہؒ، شافعیہؒ: گودنے (یعنی جلد میں سرنج کے ذریعے سرمہ وغیرہ بھرنے) کا نشان بھی معاف ہے !!

''**لعن اللہ الواشمات والمستوشمات**.....''[**بخاری** لباس باب ۸۲ ح: **۵۹۳۱** عن ابن مسعود ؓ، **مسلم** لباس ح:۱۱۹] ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جلد میں گود کر سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والیوں..... پر اللہ کی لعنت ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لعنت کی بددعا کے بعد کسی فقیہ کے لیے معافی کا کوئی موقع نہیں۔ واللہ أعلم

فصل ثالث: بیرونی نجاستیں اور ان کے اثرات

بحث{1}: وضو اور غسل کا استعمال شدہ پانی

ابو جحیفة ﷺ: ''خرج علینا رسول الله ﷺ بالهاجرة فأتي بوضوء فتوضأ فجعل الناس يأخذون من فضل وَضوئه فيتمسحون به، فصلى النبي ﷺ الظهر ركعتين والعصر ركعتين وبين يديه عنزة '' [بخاری، الوضوء، باب ٤٠ استعمال فضل وضوء الناس ح: ١٨٧ مع الفتح ٣٥٣/١] ''ہمارے ہاں دوپہر کو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ کو وضو کا پانی پیش کیا گیا، آپ نے وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو کا مبارک پانی لے کر اپنے جسموں پر ملنے لگے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں، جبکہ آپ کے سامنے (بطور سترہ) لاٹھی (گاڑدی گئی) تھی۔''

جابربن عبداللہ ﷺ: '' جاء رسول الله ﷺ يعودني وأنا مريض لا أعقل فتوضأ وصب عليّ من وَضوئه فأفقت...... '' [بخاری وضوء باب ٤٤ صب النبي ﷺ وَضوءه على مغمىً عليه ح: ١٩٤ الفتح ٣٦٠/١] ''رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے جبکہ میں بیماری سے ہوش کھو بیٹھا تھا، آپ ﷺ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکایا، تب مجھے ہوش آیا......''

{1} احنافؒ: فرض وضو وغسل میں استعمال کردہ پانی نجاست غلیظہ ہے، مگر پانی میں اس کے ٹپکنے کا اثر واضح نہ ہو تو معاف ہے۔

{2} جمہورؒ: یہ استعمال شدہ پانی نجس نہیں ہے، کیونکہ متعدد احادیث اس کے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

لیکن اس کے دوبارہ وضو اور غسل میں استعمال کرنے میں اختلاف ہے، کیونکہ پانی کی تنگی میں ایک ہی پانی کو باری باری وضو وغیرہ میں استعمال کرنے کا ثبوت نہیں ہے۔

بحث{2}: غسل میت کا استعمال شدہ پانی

''ليس عليكم في غَسل ميتكم غُسل إذا غسلتموه فإن ميتكم ليس بنجس، فحسبكم أن تغسلوا أيديكم'' [حاکم ٣٨٦/١، بیهقی ٣٩٨/٣ عن ابن عباس ﷺ وحسنه الألباني الجنائز ص ٥٤] ''تم پر اپنے (مسلمان) میت کو غسل دینے پر غسل فرض نہیں، کیونکہ تمہارا میت پلید نہیں ہے، پس تمہارے لیے ہاتھوں کا دھونا کافی ہے۔''

البانیؒ: اس حدیث کی روشنی میں ''من غسّل ميتا فليغتسل'' [أبوداؤد جنائز ٣٩ ٥١١/٣، الترمذي جنائز ١٧ عن أبي هريرة ﷺ وحسنه] مستحب رہ جاتا ہے۔ [أحكام الجنائز ص ٥٣]

{1} احنافؒ: میت کو غسل دیتے ہوئے لگنے والی چھینٹیں معاف ہیں۔ شہید کا خون صرف اُسی کے حق میں معاف ہے۔

{2} حنابلہؒ: شہید کا خون بالکل معاف ہے، اگرچہ زیادہ ہو۔

مبحث{3}: خون چوسنے والے حشرات جیسے پسو، کھٹمل، مچھر اور جوئیں وغیرہ

''إذا وقع الذباب فی إناء أحدکم فلیغمسه ثم لیخرجه ، فإن فی أحد جناحیه داءً وفی الآخر شفاء''

[بخاری بدء الخلق باب ۱۷، طب باب ۵۸] ''جب برتن میں مکھی گرے تو اسے ڈبو کر نکال پھینکو، بیشک اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔'' مکھی کے مسئلے میں اتفاق ہے۔ البتہ خون چوسنے والے حشرات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

{1} احنافؒ، شافعیہؒ: ان حشرات کا خون معاف ہے' اگرچہ اس کی مقدار (درہم سے) زیادہ ہو۔

{2} مالکیہؒ: ایسے حشرات کا خون ایک درہم سے کم مقدار میں معاف ہے۔ زیادہ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

{3} حنابلہؒ: ان حشرات کی طرح ہر ایسے جاندار کا خون بھی پاک ہے' جس میں مسفوح (بہنے والا) خون نہ ہو۔

{4} ظاہریہؒ: ہر قسم کا خون نجس ہے' خواہ اس جاندار میں بہنے والا خون ہو یا نہ ہو۔ [الفقه ، المحلی]

مبحث{4}: بچگانہ کپڑے

''رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی امامة بنت زینب رضی اللہ عنہما کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے، جب سجدہ کرنا ہوتا تو اسے نیچے رکھ دیتے اور جب اٹھنا ہوتا تو اسے بھی اٹھا لیتے۔'' [بخاری الصلاة باب ۱۰۶ ح:۵۱۶ عن أبی قتادةؓ ۷۰۳/۳، مسلم ، المساجد] یہ مسجد میں امامت کا واقعہ ہے۔ [بخاری، المساجد باب جواز حمل الصبیان فی الصلاۃ، مسلم، المساجد عن أبی قتادةؓ]

حنفیہؒ، شافعیہؒ، حنابلہؒ اور جمہورؒ: بچوں، قصائیوں بلکہ کافروں کے کپڑوں کا بھی اصلی حکم پاکیزگی ہے، جب تک ان میں نجاست کا اثر نہ پایا جائے۔ البتہ جس شخص کے بدن یا لباس پر ایسی نجاست لگے یا اُٹھائے' جس کی شریعت میں رعایت نہیں' تو اس کی نماز درست نہیں، کیونکہ نماز کی درستی کے لیے نجاست سے بچنا ضروری ہے۔ [الانصاف ۲ / ۲۸۰، سبل السلام ۱ /۲۱۸]

تنبیہ: مسلمان خواتین کو چاہیے کہ بچے کو مسجد کی طرف روانہ کرنے سے پہلے اس سے قضائے حاجت کرائیں، اس کے کپڑوں کو چیک کر کے پاکیزگی کی تسلی کر لیں اور مسجد میں خاموش رہنے کی تلقین کریں۔ امامہ رضی اللہ عنہا، حسنؓ، حسینؓ وغیرہ کے بارے میں ان کی جلیل القدر ماؤں رضی اللہ عنہما سے متعلق ان آداب کا اہتمام کرنے کے سوا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

مبحث{5}: کافروں کے کپڑے

اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿الیوم أحل لکم الطیبٰت...... والمحصنٰت من الذین أوتوا الکتٰب من قبلکم﴾ [المائدۃ/۵] اگر یہود و نصاریٰ کا جسم اور لباس پلید ہوتا' تو ان کی عورتوں سے شادی جائز نہ ہوتی۔ جبکہ اس کی اجازت دی گئی ہے۔ ہاں ﴿إنما المشرکون نجس......﴾ [التوبۃ/۲۸] میں مشرکین کو ''نجس'' قرار دے کر انہیں مسجد حرام کے نزدیک آنے سے منع کیا گیا ہے۔ عام دلائل کی رو سے اہل علم نے اس سے ''نجاست اعتقادی'' مراد لیا ہے، نجاست حسی نہیں۔

''نبی کریم ﷺ نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر غسل کرنے کا حکم فرمایا۔'' [ترمذی الطهارة باب ما ذكر في الاغتسال عند ما يسلم الرجل عن قيس بن عاصم ﷺ وقال: **حديث حسن، نسائی،** الطهارة باب ذكر ما يوجب الغسل وما لا يوجبه، **صححه** الألباني صحيح ترمذي ح:٦٩٥، صحيح نسائي ح:١٨٨]

ترمذیؒ: اہل علم نومسلم کے لیے غسل کرنا اور کپڑے دھونا ''مستحب'' سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ حکم صرف قیس بن عاصم ﷺ کے لیے ثابت ہے۔ ''واجب'' ہوتا تو بکثرت روایتیں ہوتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کے کپڑے بھی شرعاً پاک شمار ہوں گے۔

{1} احنافؒ، شافعیہؒ، سفیان ثوریؒ: کافروں کے زیر استعمال کپڑے پاک ہیں۔ انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

{2} ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ: جواز کے باوجود کافروں کا لباس خصوصاً جسم سے لگنے والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا **مکروہ** ہے۔ شلوار، پاجامے اور تہبند میں زیادہ کراہت ہے۔

{3} ابو یوسفؒ: ظاہراً کوئی نجاست نہ ہونے کی صورت میں (تمام کپڑوں میں) بلا کراہت نماز جائز ہے۔

{4} مالکؒ، اسحاقؒ: کافروں کا کوئی بھی کپڑا ہو دھو کر پاک کیے بغیر ان میں نماز درست نہیں ہوتی۔

مالکؒ: دھوئے بغیر نماز پڑھنے کے بعد کافر کا کپڑا ہونا پتہ چلے تو نماز کا وقت جب تک باقی ہو دھو کر نماز دہرانا ضروری ہے۔ اگر نماز کا وقت گزر چکا ہو تو دہرانا نہیں چاہیے۔ [الأوسط لابن المنذر ٢ / ٤٨٠]

تنبیہ: شرعی دلائل کی رو سے پاکیزگی کو ترجیح دینے کے باوجود لنڈے کپڑوں کو خاص اہتمام سے دھو کر ہی پہن لیا جائے۔ کیونکہ ان میں جراثیم اور دیگر ضرر رساں کیمیاوی مواد بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ أعلم

بحث {6}: نجاست کا بھاپ، دھواں اور راکھ

{1} احنافؒ: نجاست کا بھاپ، دھواں اور راکھ سب پاک شمار ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر علاقوں میں گندی چیزوں کو جلا کر اس میں روٹی پکاتے ہیں۔ اگر اس پر نجاست کا حکم لگایا جائے تو روٹیوں پر بھی یہی حکم لگ جائے گا۔

اسی طرح اگر سکھانے کے لیے پھیلائے گئے کپڑوں پر نجاست آلود ہوا لگے تو بھی معاف ہے۔ ہاں اگر ہوا کے ذریعے پہنچنے والی نجاست کا اثر کپڑوں پر ظاہر ہو تو اسے دھونا واجب ہے۔

{2} شافعیہؒ: نجاست کا دھواں معاف ہے اور آگ کے اثر سے نکلنے والے نجس بھاپ کی بھی تھوڑی سی مقدار معاف ہے۔ اسی طرح نجاست کی راکھ میں پکی ہوئی روٹی بھی پاک ہے، اگرچہ کچھ راکھ اس سے چمٹ جائے۔

{3} حنابلہؒ: نجاست کے دھواں، بھاپ اور نجاست آلود گرد وغبار میں سے تھوڑی سی مقدار معاف ہے، جب تک پاک چیز پر اس کا اثر ظاہر نہ ہو جائے۔

مبحث{7}: نجاست دھویا ہوا پانی

”جاء أعرابی فبال فی المسجد ......أهريقوا عليه ذنوبا من ماء.“ [بخاری ،مسلم طهارة ح: ۱۰۰ عن أنس ﷺ] یعنی زمین پر پیشاب کیا جائے تو اس پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے پیشاب زدہ مٹی کو باہر پھینکنے کا حکم بھی دیا ہے۔[أبوداؤد عن عبدالله بن معقل ﷺ وصححه الألبانی صحیح السنن/۱۱۲] اگر پانی کا رنگ، بو یا ذائقہ نجاست سے متأثر ہو جائے تو اس پانی کی نجاست پر امت کا اتفاق ہے۔

مالکیہؒ: پانی دو مٹکوں کی مقدار ہو اور اس میں نجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو طاہر ہے اور ایک فتوے کی رو سے مطہّر بھی ہے۔ [روضة الطالبين باب الاجتهاد فی الماء ۱/ ۱۰] جب نجاست کو تین دفعہ دھویا جائے تو تینوں دفعہ کا پانی نجس ہو جاتا ہے، کیونکہ نجاست کا حکم پانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔اور جس کپڑے پر وہ پانی لگے' اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے:

پہلی دفعہ دھلائی کا پانی لگا ہو تو اس کپڑے کو نچوڑ کر دو دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

دوسری // // // // // // //مزید ایک// // // //

تیسری // // // // // کو صرف نچوڑنے سے پاک ہو جائے گا۔

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع فصل فی الطهارة الحقيقية ۱/ ۲۹۹]

مبحث{8}: گیلے راستوں کا حکم

عن امرأة رضی الله عنها قالت قلت يا رسول الله إن لنا طريقا إلى المسجد منتنة ، فكيف نفعل إذا مطرنا ؟ قال (ﷺ): ”أليس بعدها طريق هی أطيب منها ؟“ قالت : بلى قال : ”فهٰذه بهٰذه“ [أبوداؤد الطهارة باب ۱٤۰ ، ابن ماجه الطهارة باب ۷۹ ح:۵۳۳] یعنی بدبودار گیلے راستے کے بعد پاک راستے پر چلنے سے زنانہ لمبے قمیص کا دامن صاف ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر اس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو بالاجماع دھو کر پاک کرنا واجب ہے۔

عمر فاروق ﷺ اور ایک ساتھی کسی پرنالے سے گزرے تو اُس ساتھی نے پکارا: ''آپ کے ہاں سے گرنے والا پانی پاک ہے یا نجس؟'' حضرت عمر ﷺ بولے: ''پرنالہ والے! اس کو آگاہ نہ کر، یقیناً یہ (تحقیق) اس کی ذمہ داری نہیں۔'' [فتاوی: ۲۱/ ۵۷]

ایک مسلمان کے گھر سے گلی میں گرنے والے پانی کے متعلق نجاست کا گمان کرنے سے اس مسلمان کے ساتھ بدگمانی بھی لازم آتی ہے، کیونکہ راستوں میں نجاست پھیلانا حرام بلکہ ''لعنت'' کا باعث ہے۔[دیکھیے: التراث ۲۱/ ۲۲] والله أعلم

{1} احنافؒ: راستوں میں موجود کیچڑ مجبوری کی بنا پر معاف ہے، ہاں اگر نجاست نمایاں ہو تو دھونا واجب ہے۔

{2} مالکیہؒ: بارش کا (نجاست آلود) کیچڑ جب نمازی کے کپڑے یا پاؤں پر لگ جائے تو معاف ہے جب تک وہ راستوں

میں گیلی شکل میں ہو، بشرطیکہ کیچڑ پر نجاست (کی صفات) کا غلبہ نہ ہو، ورنہ دھونا واجب ہے۔ہاں راستوں کے خشک ہوجانے کے بعد کوئی معافی نہیں، کیونکہ مشقت ختم ہو جاتی ہے۔

{3} احمدؒ: اگر پانی میں نجاست کی کوئی علامت نہ ہو تو اس کے بارے میں پوچھنا ضروری نہیں بلکہ ''مکروہ'' ہے۔ [فتاوی: ۵۷/۲۱] یعنی پانی اصلاً پاک ہے، جب تک اس میں نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔

{4} شافعیہؒ: اگر کیچڑ کے نجاست آلود ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ صرف گمان ہو تو صحیح تر قول کے مطابق اسے پاک تصور کیا جائے گا۔اگر نجاست کا گمان بھی نہ ہو تو یقینی طور پر پاک ہے۔اسی طرح پرنالے سے گرنے والا پانی بھی پاک ہے، اگرچہ اس کے نجاست زدہ ہونے کا گمان ہو۔

{5} ابن تیمیہؒ: راستے کی کیچڑ میں نجاست شامل ہونے کا یقین ہو تو **تھوڑی سی مقدار معاف** ہے۔[فتاوی ۴۸۲/۲۱]

مبحث{9}: ٹھوس ہموار چیز پر نجاست کا اثر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''إذا ولغ الکلب فی إناء أحدکم فلیرقه ثم لیغسله سبع مرار'' [مسلم طهارة ح:۸۹ عن أبی هریرةؓ ۱۸۲/۳] ''أولاهن بالتراب'' [مسلم طهارة ح:۹۱ عنهؓ] ''جب کتا تمہارے برتن میں منہ ڈالے تو اسے سات بار دھولو۔'' ''پہلی دفعہ مٹی سے مانجھ لو۔''

{1} حنابلہؒ: ٹھوس ملائم چیز مثلاً تلوار پر لگا ہوا خون پونچھنے پر پاک ہو جائے گا، اگرچہ اسے دھویا نہ جائے۔اسی لیے صحابہ کرامؓ جہاد وغیرہ میں اسلحوں کی دھلائی کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔(یعنی مذکورہ حدیث کتے کے ساتھ خاص ہے۔)

{2} شافعیہؒ: پونچھنے سے پاک نہیں ہوتا بلکہ دھونا ضروری ہے۔[الفقه ۲۶۱/۱] یونکہ آپ ﷺ نے کتے کے جھوٹے کو گرانے کے بعد مٹی سے مانجھنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مزید دھونے کا حکم دیا۔

پہلا قول راجح ہے، کیونکہ حدیث کتے سے مخصوص ہے۔شافعیؒ خود بھی ہر نجس کو سات بار دھونا ضروری نہیں سمجھتے۔والله أعلم

مبحث{10}: اگر پاک کپڑا نہ ملے

{1} ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ: اگر مجبوری میں پاک کپڑا نہ مل سکے تو خون آلود کپڑا پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔خواہ خون کتنا ہی زیادہ ہو۔اگر کپڑوں کے بغیر نماز پڑھ لے تو بھی درست ہے۔(دیگر نجاست غلیظہ کی صورت میں اتار کر ہی پڑھنا چاہیے۔)

{2} مالکؒ، المزنیؒ، محمد شیبانیؒ: اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا چاہیے۔یعنی ستر ڈھانپنا، پاکیزگی سے زیادہ ضروری ہے۔

{3} شافعیؒ، ابوثورؒ: اسے کپڑوں کے بغیر نماز ادا کرنا چاہیے۔یعنی حصول طہارت، ستر ڈھانپنے سے زیادہ اہم ہے۔

مبحث{11}: دو کپڑوں میں سے پاک کی پہچان نہ ہوسکے

{1} مالکیہؒ: دو کپڑوں میں سے ایک پاک ہو دوسرا نجس، لیکن پاک کی پہچان دشوار ہو جائے تو اجتہاد سے ایک کپڑے میں نماز ادا کرے۔ پھر نماز کے وقت میں پتہ چلے تو دہرانا واجب ہے۔

ابن المنذرؒ: جس کپڑے کو پاک سمجھے اسی میں نماز ادا کرے، انسان خفیہ چیزوں کا ذمہ دار نہیں۔ جب اپنی ذمہ داری پوری کر لی تو اسے نماز دہرانے کا حکم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ دو صورتوں سے خالی نہیں: اگر اس نے شرعی حکم کے مطابق نماز شروع کی ہے تو نماز دہرانے کا حکم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر نماز شروع کرتے ہوئے کوتاہی کی ہے تو نماز کا وقت باقی ہو یا نہ ہو، بہر حال نماز دہرانے کا حکم ملنا چاہیے۔ [الأوسط ٢/٤٦٧، الشرح الکبیر ١/٤٧٧]

{2} شافعیؒ: انسان کو اجتہاد سے کام لینا چاہیے، پھر جسے پاک تصور کرے اسی کو پہن کر نماز پڑھ لے۔

{3} ابوثورؒ، مزنیؒ: کوئی بھی کپڑا نہ پہنے، بلکہ ننگا ہو کر نماز ادا کرے۔

{4} عبدالملک الماجشونؒ: ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے، پھر دوسرا پہن کر نماز کو دہرائے۔

اس مسئلے میں شافعیؒ کا نظریہ درست محسوس ہوتا ہے۔ واللہ أعلم

بحث{12}: دورانِ نماز کپڑا میسر آئے

{1} ابوحنیفہؒ: اگر کوئی مسافر (پاک) کپڑا نہ پا کر ننگے نماز پڑھ رہا ہو پھر نماز کے دوران کپڑا ملے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسے کپڑے پہن کر نئے سرے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

{2} ابو یوسفؒ ومحمدؒ: اسے بغیر کپڑوں کے اپنی نماز مکمل کرنا چاہیے۔

{3} شافعیؒ: اسے دورانِ نماز کپڑے سے ستر ڈھانپ کر بقایا نماز پڑھ لینا چاہیے۔

تیسرا قول راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ نماز کے شرعی احکام سے متعلق کچھ حرکت سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم

فصل رابع: گیلا پاؤں خشک نجس کارپٹ پر رکھے تو کیا حکم ہے؟

بحث{1}: نمازی کے لیے پاکیزگی کا حکم

مطلب (۱): **حکمی وشرعی طہارت:** مکہ سے مدینہ لوٹتے ہوئے نماز عصر کی تاخیر کے خوف سے صحابہ ﷺ نے جلد بازی میں وضو کیا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے تو ان کی ایڑیوں پر پانی نہ لگنے کا نشان واضح تھا، اسے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”**ویل للأعقاب من النار**“ [**موطأ** طھارة ،العمل فی الوضوء ،**بخاری** وضوء ،باب غسل الرجلین ، و باب غسل الأعقاب ،**مسلم** طھارة عن عائشة رضی اللہ عنہا وعبداللہ بن عمرو ﷺ وأبی ھریرة ﷺ] ”ایڑیوں کے لیے جہنم کی وادی ویل ہے۔“ ”**ویل للأعقاب وبطون الأقدام من النار**“ [**الترمذی** ،طھارة باب ویل للأعقاب عن أبی ھریرة ﷺ، أحمد و الحاکم عن عبداللہ بن

الحارثؓ وقال: صحيح، الدارقطني ۱/۳۵۹] ''ایڑیوں اور پاؤں کے تلووں کے لیے آگ کی (وادی) **ویل** ہے۔''

اس حدیث سے پاؤں کی طہارتِ شرعی کی اہمیت معلوم ہوئی۔ نیز کوتاہی پر وعید شدید کا بھی پتہ چلا۔

مطلب (۲): نجاست حقیقی یا حسی سے طہارت ''مر رسول الله ﷺ على قبرين فقال:"أما إنهما ليعذبان ......لا يستتر من بوله" [بخاري الوضوء ح:۲۱۶، مسلم طهارة ح:۱۱۱] یعنی دنیا میں پیشاب سے جسم ولباس کو پاک رکھنے میں کوتاہی پر قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ خطرہ بھی پاؤں کو سب سے بڑھ کر درپیش ہوسکتا ہے۔

مبحث {2}: طہارت حقیقی اور طہارت شرعی میں ترجیح

{1} احنافؒ: حقیقی نجاست اگر ایک درہم کی مقدار سے زیادہ نہ ہو تو نماز درست ہو جاتی ہے، لیکن طہارت حکمی یا شرعی میں بال برابر بھی جگہ خشک رہے تو باطل ہو جاتی ہے۔ یعنی طہارت شرعی اہم تر ہے۔[رد المحتار ۱/۱۶۸]

{2} نوویؒ: نجاست حقیقی کا حکم نجاست شرعی سے زیادہ سخت ہے۔ دلیل یہ ہے کہ طہارت شرعی کے مقابلے میں تیمّم ہوسکتا ہے، لیکن نجاست حقیقی کے سلسلے میں یہ رعایت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر پانی اتنا ہو جو طہارت شرعی اور طہارت حقیقی میں سے ایک ہی کے لیے کافی ہو تو نجاست حقیقی کو پانی سے دھو کر طہارتِ شرعی کے لیے مٹی سے تیمّم کرنا چاہیے۔[المجموع ۱/۹۶]

{3} ابن قدامہؒ: طہارت شرعی کی تاکید زیادہ ہے، کیونکہ اس میں سے تھوڑی سی بھی معاف نہیں۔[الشرح الكبير ۱/۴۷۷]

شرعی نصوص کی روشنی میں اس حقیقت سے مفر نہیں کہ انسان کے لیے دونوں لحاظ سے پاکیزگی وصفائی کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ کسی بھی پہلو سے کوتاہی کرنے کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا مؤمن کو ہرگز نجاست کا ''شک'' لے کر نماز شروع نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں احتیاط شرعاً مطلوب ہے۔ جبکہ خواہ مخواہ ''وسوسہ'' کرنا معیوب ہے۔ والله أعلم

مبحث {3}: شک اور وسوسہ میں فرق

''الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما أمور مشتبهات ......فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات كراع يرعى حول الحمىٰ يوشك أن يواقعه.'' [بخاری إيمان ۳۹ ح:۵۲ عن النعمان بن بشير ۱/۱۵۳، بيوع ۲۶ ح:۲۰۵۱، مسلم مساقاة ح:۱۰۷] ''حلال اور حرام دونوں بالکل واضح ہیں، ان دونوں کے مابین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں ......جس نے ان شبہ والی چیزوں سے اجتناب کیا' یقیناً اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ ایسے چرواہے کی مانند ہے جو (بیت المال کی) مخصوص چراگاہ کے اردگرد اپنے مویشی چراتا ہے، اس کے ممنوعہ حدود میں پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے۔''

''إذا استيقظ أحدكم من نومه فلا يدخل يده في الإناء حتى يغسلها ثلاثاً فإنه لا يدري أين باتت

یدہ"[بخاری وضو باب ۲٦، مسلم طھارۃ ح: ۸۷ عن أبی ھر ﷺ۳/۱۷۸] "جب کوئی نیند سے جاگے تو اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے بغیر پانی میں نہ ڈالے، بیشک اسے کچھ پتہ نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں پڑا ہے۔"

پہلی حدیث میں شبہات سے پرہیز یعنی "احتیاط" کو دین وعزت کی حفاظت کی ضمانت قرار دیا گیا۔ دوسری میں "لا یدری" کے لفظ سے نجاست کا یقین نہ ہونا واضح ہوا۔ لیکن نیند کی حالت' ہاتھ کے شرمگاہ پر لگنے کا "شک" پیدا کرتی ہے، جبکہ مسلمان کی شرمگاہ بھی شرعاً پاک ہے، جب تک اس سے کچھ نکلا نہ ہو۔ اس دہرے شک کے باوجود شریعت نے ہاتھوں کو باقاعدہ تین بار دھونے کا "حکم" صادر کیا ہے۔ پس یہ حدیث "شک" کی صورت میں احتیاط کی واضح دلیل ہے۔

ابن حجرؒ: "وسوسہ" اور "شک" میں فرق یہ ہے کہ **شک** کسی علامت کی بنیاد پر ہوتا ہے' مثلاً جو شخص نجاست سے اجتناب کا اہتمام نہیں کرتا' اس کے کپڑے نہ پہننا۔ ایسی چیزوں میں احتیاط شرعاً مطلوب ہے۔ اور **وسوسہ** یہ ہے کہ بغیر کسی علامت یا معقول سبب کے نجاست کا حکم لگانا' جہاں شریعت کے حکم اصلی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ ہو۔ جیسے نیا کپڑا خریدنے کے بعد **احتیاطاً** دھو لینا۔ اور یہ بدعت ہے...... پس اس قسم کا احتیاط نہ کرنا ہی اصل "احتیاط" ہے۔[إعانة الطالبین ۲/ ۵٦]

ابن تیمیہؒ: ایسی صورت میں "احتیاط" کرنا "وسوسہ" ہے۔[مجموع الفتاوی ۲۱/ ۵۱۰]

خلاصہ کلام: جب گیلا پاؤں سوکھے ہوئے نجس کارپٹ پر رکھا جائے تو پاؤں پر موجود پانی' فرش کی نجاست میں سے کچھ مقدار کو تحلیل کرتا ہے اور پاؤں پر نجاست کے آمیزے سے متأثر ہونے کا "واضح شک" پیدا کرتا ہے۔ اس قسم کا "شک" دور کرنے کے لیے پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔ واللہ أعلم وأحکم اس مسئلے میں مزید تسلی کے لیے دورِ نبوت کا جائزہ لیجیے:

مبحث{4}: عصر نبوت کا معیار زندگی

مطلب (۱): **کپڑوں کی قلت** ابوہریرہؓ: "میں نے اصحابِ صفہ میں سے ایسے ستر (۷۰) افراد کو دیکھا ہے جن میں سے کسی کے پاس بھی (جسم ڈھانپنے کی) چادر نہیں تھی۔ کسی کے پاس فقط تہبند تھی، کسی کے پاس صرف چادر' جسے گردن کے ساتھ باندھ رکھا تھا (تاکہ کندھے پر بھی کچھ حصہ رہے) کسی کی چادر پنڈلی کے نصف تک پہنچتی اور کسی کی ٹخنوں تک، وہ اسے اپنے ہاتھوں سے سمیٹ رکھتے تھے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔"[بخاری، الصلاۃ باب ۵۸ نوم الرجال فی المسجد، مع الفتح ۱/ ٦۳۸ ط: السلفیة]

رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی کپڑے میں نماز سے متعلق پوچھا گیا تو حیرت سے فرمایا: "**أولکلکم ثوبان؟!**" کیا ہر مسلمان کو دو دو کپڑے میسر ہیں (کہ اس سوال کی نوبت آئی)؟!"[بخاری، الصلاۃ باب ٤ الصلاۃ فی الثوب الواحد ح: ۳۵۸ عن أبی ھر ﷺ ۱/ ۵٦۱] "رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والے بہت سے لوگ بچگانہ انداز میں اپنی تہبند کا سرا گردنوں میں باندھ رکھتے تھے، اور آپ ﷺ خواتین سے فرماتے تھے:" **لا ترفعن رؤوسکن حتیٰ یستوی الرجال جلوساً** " [بخاری الصلاۃ، باب